یادِ رفتگاں

حافظ ثناء اللہ بن عیسیٰ خان مدنی

شاگردِ رشید کی چند یادیں

زیر نظر مضمون مرحوم کی وفات کے موقع پر تحریر کیا گیا تھا، پھر کاغذات میں گم ہوگیا۔ دستیاب ہونے پر قارئین کرام کے لئے پیش خدمت ہے۔ اللھم اغفرله وارحمه

تلمیذِ مکرم مولانا عبدالرشیدؒ راشد بن عبدالرحمٰن ضلع سیالکوٹ کے قدیم ترین شہر پسرور میں ۱۹۵۹ء میں تولد ہوئے۔ مڈل تک تعلیم اپنے آبائی قصبہ میں حاصل کی۔ بچے کی مثالی ذہانت وفطانت کے پیش نظر مربی اساتذہ کرام کی دلی آرزو اور انتہائی خواہش تھی کہ ہونہار طالب علم سکول میں اپنا تعلیمی سلسلہ جاری وساری رکھے لیکن والد ماجد نے معذوری کا اظہار کیا جس کی وجہ یہ تھی کہ اس سے قبل ان کے ہاں پانچ بیٹے صغرسنی میں وفات پاچکے تھے اور انہوں نے اس فرزند کی پیدائش کے وقت اللہ کے حضور سربسجود ہوکر دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! اگر تو نے اس کو زندگی بخشی تو تیرے دین کے لئے وقف کردوں گا، اس بنا پر ابتداءً بچے کو جامعة ابراهيمية سیالکوٹ میں داخل کرادیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد جامعہ علمیہ، سرگودھا میں منتقل ہوگئے۔ وہاں حافظ عبداللہ روپڑیؒ کے شاگردِ رشید شیخ الحدیث مولانا محمد صدیقؒ کی شفقت خاص میں بڑی محنت اور بھرپور توجہ سے تعلیمی مراحل طے کئے۔

مولانا محمد صدیق نہایت مشفق اور مربی اُستاذ تھے، ہمیشہ آپ سے خصوصی اظہارِ ہمدردی فرماتے۔ یہی وجہ تھی کہ مولانا عبدالرشید تعطیل کے ایام میں بھی درس گاہ میں قیام کو ترجیح دیتے۔ ادارہ میں چونکہ مہمانوں کی آمدورفت کا سلسلہ جاری رہتا تو ان کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے جس سے زائرین اور ناظرین بے حد مسرت کا اظہار کرتے۔ انہی خصائل حمیدہ کے پیش نظر ایک نیک صالح بزرگ نے مولانا موصوف کی وساطت سے اپنی صاحبزادی کا رشتہ پیش کیا تو اس کو مقامِ قبولیت بخشا۔ گھریلو زندگی میں زوجہ نہایت صالحہ عالمہ فاضلہ متقیہ

© rasailojaraid.com

ثابت ہوئیں جس سے رفاقت اور تعلق تاحین وصال خوشی ومسرت کا مظہر رہا۔

مولانا عبدالرشیدؒ راشد خوشنویسی میں خصوصی مہارت رکھتے تھے۔ شیخ محترم کی تالیفات کی کتابت کرنا اپنے لئے سعادت مندی تصور کرتے تھے بلکہ عام حالات میں اس غرض کے لئے جو بھی آیا، نامراد واپس نہ ہوا، پھر کبھی کسی سے معاوضہ کا مطالبہ نہیں کیا۔ اس کے ساتھ ہی حکمت ِیونانی سے بھی ان کو شغف تھا، اہلِ ذوق حضرات سے ہمیشہ رابطہ رکھتے اور مختلف ادویہ تیار کرتے رہتے۔

ان سے میرے تعارف کا آغاز اس وقت ہوا جب ۱۹۷۷ء میں بندہ نے دارالحدیث راجووال میں شدید گرمی کے موسم میں بیرونی طلبہ کو تفسیر پڑھائی۔ یہ وہ دور تھا جبکہ راجووال میں بجلی کا نام ونشان نہ تھا۔ روزانہ قریباً چار گھنٹے شائقین علم کو قرآنی تفسیر املا کرواتا۔ ایک صالح متقی بزرگ محمد عمر جو شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف حفظہ اللہ کے خصوصی عقیدت مندوں میں سے تھے، وہ ہمیں بڑے دستی پنکھے سے ہوا دیا کرتے ،اللہ ربّ العزت ان کی قبر کو منور فرمائے۔ آمین!

بعد ازاں موصوف نے جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں داخلہ لیا۔ جامعہ ہذا کا جملہ انتظام و انصرام چونکہ میرے سپرد تھا، اس لئے تعلیمی مراحل میں مسابقت حاصل کرنے والے طلبہ کا مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ میری وساطت سے ہوتا تھا۔ انہی خوش قسمت طلبہ سے ایک آپ بھی تھے جن کو مدینہ نبویہ میں حصولِ علم اور سالہا سال تک جوارِ رسول ﷺ میں سکونت کا موقعہ میسر آیا۔ ان کے آخری تعلیمی سال میں اللہ ربّ العٰلمین نے مجھے زیارتِ مدینہ طیبہ سے نوازا تو وہاں یہ طے پایا کہ آپ میری رفاقت اور مصاحبت میں تدریسی فرض ادا کریں گے۔ میں اس وقت چونکہ جامعہ لاہور الاسلامیہ (رحمانیہ) میں بحیثیتِ مبعوث کام کررہا تھا تو آپ نے اس بات کا عزم بالجزم کرلیا بلکہ ان کے ہمراہ دیگر فضلا مولانا زید احمد اور حافظ عبدالستار بھی میرے شاگرد ہونے کے ناطے اسی مؤسسہ علمیہ (جامعہ) میں تشریف لے آئے۔

موصوف اس کے ساتھ جامعہ عزیزیہ اور جامعہ اُمّ حبیبہ لاہور میں بھی عرصہ تک تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ طالبات کی کثیر تعداد نے ان سے استفادہ کیا، یہ سب اضافی

© rasailojaraid.com

خدمات تھیں، اصلاً بحیثیتِ مدرس ۱۸ سال جامعہ لاہور الاسلامیہ اور دو سال جامعہ اہلحدیث لاہور میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ ثانی الذکر ادارہ میں نائب شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز رہے۔ جبکہ اوّل الذکر میں کامیاب مدرّس شمار ہوتے تھے۔ اس عرصہ کے دوران سینکڑوں شاگردوں کو تعلیم دی جو رحلت کے بعد صدقہ جاریہ ہیں۔ جامعہ لاہور الاسلامیہ اور اس سے ملحقہ اداروں میں دینی خدمات میں مصروف اکثر و بیشتر حضرات کو آپ سے شرفِ تلمذ حاصل ہے۔

پھر وقتاً فوقتاً فتویٰ نویسی کے سلسلہ میں حوالوں کی جستجو میں میری معاونت فرماتے۔ تاہم جائزة الأحوذي في التعليقات السلفية علىٰ سنن الترمذي کی تالیف میں مستقلاً میرے معاون اور مساعد بنے رہے۔ یومیہ چار پانچ گھنٹے اس کارِ خیر میں مصروف رہتے، کبھی تھکاوٹ اور ملال کا اظہار نہ کرتے اور مسائل میں کھل کر اپنی رائے کا اظہار کرتے۔ بسا اوقات ٹھوس بنیاد پر مبنی فہم کو تسلیم کئے بغیر چارہ کار نہ ہوتا۔

الحمدللہ گزشتہ رمضان المبارک کی بیس تاریخ کو مذکورہ کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی ہے۔ درمیانہ سائز میں قریباً چھ ہزار صفحات پر مشتمل ہے جو مرحوم کے قلم سے ہی مزین ہے۔ دو سال آٹھ ماہ اور بیس روز کی مدت میں فراغت حاصل ہوئی۔ کتاب کی زبان اوّل تا آخر عربی ہے جمعیت احیاء التراث الاسلامی، کویت کے زیر اہتمام انڈیا کے شہر بنارس میں طباعت کے مراحل میں ہے۔ اللہ ربّ العالمین اس کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین!

بعد ازاں شوال کے اَواخر میں امریکی ریاست ٹیکساس کے شہر ہیوسٹن میں ایک بین الاقوامی کانفرنس میں میری شرکت تھی، وہاں سے فراغت کے بعد پروگرام کے مطابق سعودی عرب کے لئے عازمِ سفر ہوا۔ سعودیہ کے دارالحکومت ریاض شہر میں قیام پذیر تھا کہ وہاں بذریعہ فون اپنے گھر سے معلوم ہوا کہ راشد صاحب بونگہ اور بھائی پھیرو کے درمیان ایک حادثہ میں شدید زخمی ہوگئے ہیں اور ان کی دائیں ٹانگ ٹوٹ گئی ہے۔ لاہور کے کارڈیکس ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ بذریعہ فون رابطہ ہوا تو فرمایا عنقریب میری ٹانگ کا آپریشن ہونے والا ہے۔ پھر گاہے بگاہے رابطہ رہا، اسی دوران معلوم ہوا کہ مزید کئی امراضِ باطنیہ

© rasailojaraid.com

www.KitaboSunnat.com

چھوٹ پڑیں جن کی وجہ سے طبیعت نڈھال ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ حج کے بعد جب پاکستان مراجعت ہوئی تو نیم بے ہوشی کے عالم میں پایا کہ ذہنی کیفیت بھی مخدوش ہے، پھر لگاتار کئی دن تک بے ہوش رہے۔ وقفہ وقفہ بعد اس حالت میں نماز، قرآن کی تلاوت، ذکر واذکار اور بآوازِ بلند اللہ اکبر کہتے۔ ہسپتال میں ساتھ والے مریض حیران ہوتے کہ اس بیمار کی عجیب کیفیت ہے۔

یقیناً یہ خالق سے لگاؤ اور قربِ الٰہی کی ایک شکل کا اظہار تھا جو سعادت مندوں کو ہی حاصل ہوتی ہے۔ پھر بیماری کے آخری ایام میں حافظ عبدالمنان نورپوری حفظہ اللہ کا مطبوع فتاویٰ (احکام ومسائل) بازار سے منگوایا۔ اپنے مخلص دوست مولانا طاہر محمود سے بار بار کہتے کہ مجھے پڑھ کر سناؤ، حالانکہ اس وقت ان کے ہوش وحواس قائم نہ تھے۔ ساری زندگی بحرِعلم میں غوطہ زن ہونے والا زندگی کے آخری لمحات میں بھی علم کی وادی میں سیرابی کا سامان ڈھونڈتے آخرت کے سفر پر روانہ ہوگیا۔ تقبل اللہ مساعیہ الجمیلة

۱۹ر محرم ۱۴۲۵ھ، ۱۱ مارچ ۲۰۰۴ء، بروز جمعرات بعد نمازِ ظہر ڈیڑھ بجے جنرل ہسپتال لاہور میں وفات پائی۔ إنا للہ وإنا إلیه راجعون۔ وفات کی خبر فوری طور پر جملہ احباب تک پہنچ گئی، ان کی نماز جنازہ قلعہ والی جامع مسجد کوٹ لکھپت میں راقم الحروف نے پڑھائی۔

رات گیارہ بجے آبائی شہر پسرور کے لئے میت کی روانگی ہوئی، پھر صبح نو بجے بروز جمعة المبارک ایک کثیر تعداد نے نمازِ جنازہ ادا کی۔ دفن کے بعد تیسری مرتبہ قبر پر ڈاکٹر عبدالقادر گوندل کی اقتدا میں نماز ادا کی گئی۔

علاوہ ازیں غسل سے لے کر قبر میں اُتارنے تک کے فرائض ان کے محبوب رفقا قاری محمد ابراہیم میرمحمدی حفظہ اللہ اور مولانا طاہر محمود نے انجام دیے جو مخلصانہ محبت کی اعلیٰ مثال ہے۔ جزاھم اللہ أحسن الجزاء۔ مرحوم کے پسماندگان میں ضعیف العمر باپ اور ایک چھوٹے علاتی بھائی عبدالمجید ہیں جو صاحبِ اولاد ہیں اور پسرور میں ہی رہائش پذیر ہیں لیکن موصوف اپنے شہر سے ہمیشہ دور رہے۔ ان کی مستقل رہائش لاہور میں رہی اور اپنے پیچھے دو بیوائیں چھوڑیں۔ ایک کا تعلق سرگودھا سے ہے جبکہ دوسری کا تعلق ضلع قصور سے ہے۔ پہلی

© rasailojaraid.com

بیوی سے اولاد نہیں ہوئی۔ بنا بریں دوسرا نکاح دوسال قبل کیا، اس کے بطن سے بیٹی عائشہ تولد ہوئی جو ان کی وفات کے وقت تین ماہ کی تھی۔ اللہ ربّ العزت صحیح معنوں میں اس کو والد کا قائم مقام بنائے۔ آمین!

آپ کا ذاتی کوئی مکان نہیں، ہمیشہ کرایہ کے مکان میں رہے اور ذریعہ آمدن واجبی سا مشاہرہ تھا جس سے بمشکل گزارہ کرتے رہے۔وفات کے بعد بعض احباب کی مساعی سے پسماندگان کے لیے لاہور میں مکان خریدا گیا۔

مرحوم کم گو، ملنسار، بڑے خلیق، دینی علم میں پختہ کار اور حسن خلق کا عظیم مظہر تھے۔ دوستی کا دائرہ بہت وسیع اور بے مثال مہمان نواز تھے۔چھٹی کے ایام اکثر و بیشتر احباب کے ساتھ میل ملاقات میں گزارنا سعادت مندی سمجھتے تھے۔ اس غرض کے لئے دور دراز سفروں سے گریز نہ کرتے بلکہ بیرون ملک بھی بذریعہ فون وقتاً فوقتاً دوست احباب سے رابطہ رہتا، بطورِ مثال شیخ عبداللہ بن صالح عبید، ریاض؛ حافظ عبدالرؤف،شارجہ؛ ڈاکٹر عبدالقادر بن عبدالکریم اور ڈاکٹر قاری محمد انور، ریاض سے ان کے خصوصی روابط تھے۔

شیخ عبداللہ آج کل سعودی وزارتِ تعلیم کی طرف سے یمن کے دارالحکومت صنعا میں تدریسی خدمات کے لئے مقرر ہیں، یہاں بھی ان سے رابطہ رکھتے،کوئی دنیاوی مفاد پیش نظر نہیں تھا،محض رضاے الٰہی کے لئے یہ صعوبت برداشت کرتے اور اپنے اساتذہ سے جب کبھی کسی کا ذکر کرتے، نہایت مؤدبانہ الفاظ سے یاد کرتے۔قولِ حق کی طرف فوراً رجوع فرماتے بلکہ ابلاغِ حق کے داعی و مبلغ بن کر سامنے آتے۔ یہ وہ صفاتِ حسنہ ہیں جو عام لوگوں سے ان کو ممتاز کرتی ہیں۔ربّ العلمین ان کی بشری لغزشوں سے درگزر فرما کر جنت الفردوس میں مقام عنایت فرمائے۔ آمین! امام بخاریؒ کے اس قول پر میں اس تذکرہ کو ختم کرتا ہوں جو اُنہوں نے اپنے شاگرد امام دارمیؒ کی وفات پر اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

إن عشت تفجع بالأحبة کلهم وبقاء نفسك لا أبًا لك أفجع

"اگر تو زندہ رہتا ہے تو اپنے سب پیاروں کے جانے کا غم سہتا ہے، افسوس کہ تیرا خود زندہ رہنا (ان کے جانے سے) زیادہ تکلیف دہ ہے۔"

www.KitaboSunnat.com